مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

اسلامی بینکاری سے متعلق ''متفقہ'' فتویٰ کیسے وجود میں آیا؟

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

اس فتوے کا پس منظر یہ ہے کہ مورخہ ۹ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ کو میرے پاس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کا فون آیا کہ میں اور میرے کچھ رفقاء آپ سے ملنے کے لیے آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کو زحمت فرمانے کی ضرورت نہیں، میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ بالآخر حضرت مولانا نے اس کو منظور فرما لیا اور منگل کے دن بعد عصر کا وقت طے ہوا۔ اس پر میں نے حضرت سے پوچھا کہ ''حضرت! ملاقات کا موضوع کیا ہے؟'' حضرت نے جواب دیا کہ ''بینکاری کے سلسلے میں کچھ مشورہ ہے۔'' چونکہ میرے علم میں یہ بات آئی تھی کہ بینکاری کے مسائل سے متعلق اس سے پہلے حضرت نے کچھ اجتماعات منعقد کیے ہیں، اس لیے بندہ نے عرض کیا کہ ''پھر اس کام کے لیے کوئی باقاعدہ اجتماع رکھ لیا جائے۔'' حضرت نے فرمایا کہ ''نہیں، آپ ہی سے مشورہ کرنا ہے۔'' ٹیلی فون کی بات یہاں ختم ہوگئی اور میں مقررہ وقت پر حضرت کے پاس جامعہ فاروقیہ حاضر ہوا۔ اس وقت میرے ساتھ مولانا عصمت اللہ صاحب اور مولانا محمد یحیٰ عاصم صاحب بھی تھے۔ وہاں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے علاوہ متعدد علماء کرام بھی تشریف فرما تھے جن میں مفتی عبد المجید دین پوری اور مولانا سعید احمد جلال پوری صاحب، مولانا نازرولی خان صاحب، مولانا خالد صاحب اور مولانا نجم الحسن صاحب کے نام مجھے اس وقت یاد ہیں۔

حضرت مدظلہم نے رسمی گفتگو کے بعد فرمایا کہ میں نے آپ کے نام اسلامی بینکاری کے سلسلے میں ایک تحریر لکھی ہے جو میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں اور اس کی کاپی بھی آپ کو دے دی جائے گی۔ اس پر کوئی مذاکرہ مقصود نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت نے مندرجہ ذیل تحریر سب کے سامنے پڑھ کر سنائی۔

''............ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس اضطراب وتشویش کو دور کرنے کے لیے علماء اور ...... سے وسیع مشاورت کے بعد ایک فتویٰ اسلامی بینک کاری کے عدم جواز کا شائع کیا جائے اور اس کی پورے ملک میں تشہیر کا اہتمام کیا جائے۔ ہم ہرگز تصادم کے خواہاں نہیں۔ ہم تو دل وجان سے آپ کے خیر خواہ ہیں اور آپ کا احترام کرتے ہیں۔ امت کو ربا کی لعنت سے بچانے کے لیے اپنا شرعی فرض ادا کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس

میں ذرا بھی تردد نہیں کہ کہ اس فرض کی ادائیگی ہم پر لازم اور ضروری ہے اور اب تک جو کوتاہی ہم سے ہوئی، اس پر استغفار کرتے ہیں۔ آپ کے لیے بھی دنیا و آخرت کی فلاح کا واضح تقاضا ہے کہ ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں اور غلط کار اور مفادات کے اسیر مشورہ دینے والوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔ إِنَّ فِــــي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (ق ۳۷)

سلیم اللہ خان

۱۲ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ

۱۷ جون ۲۰۰۸ء

یہ تحریر سنانے کے بعد حضرت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ سب حضرات نے دعا کی۔ دعا کے بعد میں نے عرض کیا کہ ''حضرت! کیا مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت ہے؟'' اس پر حضرت یہ کہہ کر اٹھنے لگے کہ ''مجھے ایئرپورٹ جانا ہے۔'' میں نے عرض کیا کہ ''حضرت! آپ نے مشورے کے لیے بلایا تھا، اس لیے بہت اختصار کے ساتھ مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت دیجیے۔'' اس پر حضرت چند لمحوں کے لیے بیٹھ گئے اور میں نے کچھ عرض کرنا شروع کیا، لیکن ابھی چند جملے ہی بول پایا تھا کہ حضرت دوبارہ اٹھ گئے اور فرمایا کہ ''مجھے تو ایئرپورٹ جانا ہے۔'' ....

جس انداز سے وہ تحریر بندہ کو سنائی گئی اور میری بات سننے سے انکار کیا گیا، اس پر بندہ کو حیرت بھی تھی اور افسوس بھی، چنانچہ میں نے حضرت کے نام مندرجہ ذیل خط لکھا۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بگرامی خدمت مخدومی و مکرمی حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہفتہ ۹ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ کو آنجناب نے بندہ کو ٹیلی فون پر یاد فرمایا اور بندہ کے استفسار پر آنجناب نے بتایا کہ بینکاری کے سلسلے میں کچھ مشورہ کرنا ہے جس میں کچھ ساتھی اور بھی ہوں گے اور اس کے لیے اتوار اور پیر کے بعد کوئی دن مقرر کر لیا جائے۔ چنانچہ بندہ نے منگل ۲۱ جمادی الثانیہ کو عصر کے وقت آنجناب کی خدمت میں حاضری طے کر لی اور اس کے مطابق بندہ جامعہ فاروقیہ حاضر ہوا جہاں شہر کے کچھ دوسرے علماء بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ خیال تھا کہ بینکاری سے متعلق شرعی مسائل کے بارے میں کوئی مشورہ ہوگا، لیکن آنجناب نے فرمایا کہ کوئی مذاکرہ مقصود نہیں ہے بلکہ ایک تحریر پڑھ کر سنائی جو بندہ کے نام تھی اور اس کا ایک نسخہ بندہ کو بھی عطا فرمایا اور اس کے فوراً بعد دعا کرا کر فرمایا کہ مجھے ہوائی اڈے جانا ہے۔ چونکہ یہ تحریر بندہ کے نام تھی اور اس میں غیر سودی بنکاری کی کسی معین غلطی کی نشان دہی کے بغیر یہ فرمایا گیا تھا کہ ''اسلامی بینکاری کا نظام جاری کرنے میں آپ سے غلطی ہوئی ہے'' اور آخر میں سورۂ جاثیہ کی ایک آیت کریمہ کے حوالے سے بظاہر یہی مفہوم ہوتا تھا کہ مجھ سے یہ غلطی خواہش پرستی کی وجہ سے ہوئی ہے، اس لیے یہ تحریر سننے کے بعد بندہ نے

آنجناب سے کچھ عرض کرنے کی درخواست کی جس پر آنجناب نے کچھ عرض کرنے کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ مجھے ایئرپورٹ جانا ہے۔ بندہ نے اختصار ہی کے ساتھ کچھ عرض کرنے کی درخواست کی اور کچھ جملے بولنے شروع کیے تو اس پر بھی آنجناب نے اجازت نہیں دی اور اٹھ کر تشریف لے گئے۔

بندہ آنجناب کا شاگرد اور نیاز مند ہے اور نہ جانے کتنے مسائل میں آنجناب سے استفادے اور مشورے کا رابطہ ہمیشہ رہتا ہے، لیکن بینکاری کے حوالے سے آنجناب نے اس سے قبل کبھی نہ کسی اضطراب کا اظہار فرمایا، نہ اس موضوع پر کبھی کوئی بات کی، نہ بندہ کا موقف معلوم فرمایا۔ بینکاری کے حوالے سے آنجناب سے کسی قسم کی کوئی بات کرنے کا یہ پہلا موقع تھا جسے آنجناب نے ہی مشورے کا عنوان دیا تھا، لیکن بندہ کی کوئی بات سنے بغیر یہ یکطرفہ تحریر سنا کر بندہ کو کچھ عرض کرنے کا موقع ہی نہ دینا ایسا معاملہ ہے جس کی کوئی توجیہ بندے کی سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اگر اس وقت سفر پر تشریف لے جانا طے تھا تو اس ملاقات کے لیے اس وقت کے بجائے کوئی اور وقت بآسانی رکھا جا سکتا تھا۔ بندہ خطاؤں کا پتلا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی پر ہی گزارہ ہو رہا ہے۔ نہ جانے کتنی غلطیاں بندے سے سرزد ہوتی ہیں۔ آنجناب تو بندے کے استاذ ہیں۔ جو لوگ ضابطے میں بندے سے چھوٹے سمجھے جاتے ہیں، ان کی طرف سے بھی اگر کسی غلطی کی نشان دہی ہوتی ہے، بندہ تو اس پر بھی ممنون ہو کر غور کرتا ہے اور غلطی واضح ہونے پر اس کا اعلان واعتراف شائع بھی کرتا رہا ہے۔ لہٰذا غیر سودی بینکاری کے سلسلے میں بندے سے جو غلطی ہوئی ہے، کیا یہ ضروری نہیں تھا کہ اس کی متعین نشان دہی کے بعد بندے کا موقف بھی ٹھنڈے دل کے ساتھ سن لیا جاتا؟............

آنجناب نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے چاہیے تھا کہ جن حضرات کو اس معاملے میں تشویش تھی، ان کو مطمئن کرتا۔ بندے کی گزارش یہ ہے کہ اپنی دانست اور بساط کے مطابق بندہ تحریر وتقریر اور انفرادی سوالات کے جوابات میں صورت حال کی وضاحت کرتا رہا ہے۔ کم از کم تین کتابیں اس موضوع پر لکھی ہیں اور تین مرتبہ علماء کرام کے سامنے یہ مسائل پیش کرنے کے لیے دار العلوم میں مفصل کورس منعقد کیے ہیں جن میں دار العلوم سے باہر کے علماء کرام کو بھی دعوت دی گئی اور کراچی وبیرون کراچی سے متعدد معروف مدارس کے اساتذہ اور علماء حضرات نے شرکت بھی فرمائی۔ نیز مختلف دورانیوں کے مسلسل کورسوں کا سلسلہ تا حال جاری ہے جس میں معروف مدارس کے علماء بھی شریک ہوتے ہیں۔ جن حضرات کو تشویش تھی، وہ اگر اپنی تشویش سے بندے کو مطلع فرماتے اور اس پر فقہی انداز میں گفتگو ہو جاتی تو اگر میری غلطی ثابت ہوتی تو میں اس سے رجوع کر لیتا اور اگر ان کو غلط فہمی ہوتی تو وہ دور ہو جاتی۔............

آنجناب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ''ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس اضطراب اور تشویش کو دور کرنے کے لیے علماء اور...... سے وسیع مشاورت کے بعد ایک فتویٰ اسلامی بینکاری کے عدم جواز کا شائع کیا جائے اور اس کی پورے ملک میں تشہیر کا اہتمام کیا جائے۔'' ...... جب آنجناب نے یہ فیصلہ فرما لیا ہے کہ فتویٰ عدم جواز ہی کا

ہوگا تو پھر ''مشاورت'' کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔..........''

یہ خط دے کر میں نے مولانا عصمت اللہ صاحب اور مولانا محمد یحییٰ عاصم صاحبان کو بھیجا تا کہ وہ دوستی طور پر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کو پہنچا دیں۔ یہ حضرات گئے تو حضرت مولانا آرام فرما رہے تھے۔ اس لیے انھوں نے حضرت کے صاحبزادہ جناب مولانا عادل خان صاحب کو خط پہنچا دیا۔

اسی شام عصر کی اذان کے وقت مجھے اطلاع ملی کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب بذات خود دار العلوم تشریف لے آئے ہیں اور مسجد میں ہیں۔ میں مسجد پہنچا تو نماز کے بعد حضرت نے فرمایا کہ آپ سے تنہائی میں کچھ بات کرنی ہے، چنانچہ ہم برادر معظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ کے مکان پر چلے گئے۔ وہاں اس وقت حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ، ان کے صاحبزادے جناب مولانا خالد صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، میں اور میرے بیٹے مولوی حسان اشرف سلمہ موجود تھے۔ بعد میں مولانا زبیر اشرف صاحب اور مولانا عمران اشرف صاحب آ کر گفتگو میں شامل ہو گئے تھے۔

ابتدائی گفتگو کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ''اچھا یہ بتاؤ کہ اسلامی بینکاری ممکن بھی ہے یا نہیں؟'' میں نے عرض کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو تو یقیناً یہ ممکن ہے کہ ربا کے بغیر بیع اور تجارت کی جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب سارے بینکوں پر اسٹیٹ بینک کی حکمرانی ہے اور وہ اسٹیٹ بینک کے پابند ہیں جو سود کی بنیاد پر چل رہا ہے تو پھر کوئی بینک غیر سودی کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! پاکستان میں غیر سودی بینکوں کے لیے اسٹیٹ بینک میں الگ شعبہ قائم ہے، غیر سودی بینکوں کے لیے الگ قواعد وضوابط ہیں، اس لیے اسٹیٹ بینک کے تحت کوئی غیر سودی بینک سودی معاملہ کرنے پر مجبور نہیں ہے۔ حضرت نے یہ سن کر حیرت کا اظہار فرمایا کہ پہلے ہمیں یہ بات معلوم نہیں تھی۔ پھر اب تک پاکستان یا بیرون پاکستان اس سلسلے میں جو کوششیں ہوئی ہیں، ہم نے مختصراً ان کا تذکرہ کیا تو حضرت نے فرمایا کہ الحمد للہ، یہ نشست بہت مفید ہوئی اور بعض باتیں ایسی علم میں آئیں جن کا ہمیں پہلے علم نہیں تھا اور جنھیں معلوم کر کے فی الجملہ تسلی ہوئی، البتہ اہل علم کو فقہی اعتبار سے جو اشکالات ہیں، ان کا معاملہ ابھی باقی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ''بیشک جو اشکالات ہیں، وہ سامنے آ جائیں۔ اگر ہماری کوئی غلطی ثابت ہوگی تو ان شاء اللہ اس سے رجوع کر لیں گے اور اگر دوسری جانب کوئی غلط فہمی ہوگی تو وہ دور ہو جائے گی۔ اس کے لیے کوئی اہل فتویٰ کا اجتماع کر لینا مناسب ہوگا۔'' حضرت نے فرمایا کہ ''اس وقت بعض حضرات سفر پر ہیں۔ ان شاء اللہ ان کے آنے پر بعد میں آپ سے رابطہ کروں گا۔'' میں نے عرض کیا کہ ''آپ کی تحریر سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ آپ یا کچھ دوسرے حضرات یک طرفہ طور پر ایک ذہن بنا چکے ہیں، لہٰذا ایسا نہ ہو کہ وہ اجتماع افہام وتفہیم کے بجائے بحث ومناظرہ میں تبدیل ہو جائے۔'' حضرت نے فرمایا کہ ''اصل معاملہ تو ہمارے آپ کے درمیان تھا۔ جب وہ بات نہ رہی تو اب اس کا اندیشہ نہ کیا جائے اور اس اجتماع کے لیے آپ جہاں کہیں گے، وہاں اجتماع رکھ لیا جائے گا اور آپ خود ہی اس کے لیے ضابطہ اخلاق مرتب کر لیں۔'' حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ ''اس میں اہل فتویٰ علماء کو

جمع کرنا چاہیے اور بہتر ہوگا کہ شرکاء کا تعین بھی مشورے سے ہو جائے۔‘‘ حضرت نے ان تمام باتوں کو منظور فرمایا اور اس طرح یہ مجلس خوشگوار ماحول میں ختم ہوئی۔

اس کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت نے جامعہ فاروقیہ میں ختم بخاری کے موقع پر اس مسئلے کو دوبارہ اپنی تقریر کا موضوع بنایا، لیکن ساتھ ہی یہ بھی ذکر فرمایا کہ اس کے لیے ایک اجتماع کرنے کا ارادہ ہے۔ اس کے بعد اطلاع ملی کہ وفاق کے ممتحنین کا جو اجتماع دارالعلوم کراچی میں ہونے والا ہے، اس وقت حضرت بھی یہیں تشریف فرما ہوں گے اور اجتماع کے سلسلے میں اسی موقع پر ہم سے بات کریں گے۔ وفاق کے ممتحنین کا اجتماع دارالعلوم میں ہوا اور حضرت نے روزانہ یہاں پورے پورے دن قیام فرمایا، لیکن از خود کوئی بات اس سلسلے میں نہیں کی۔

تین چار روز اس طرح گزر جانے پر میں نے چہار شنبہ ۱۷ شعبان ۱۴۲۹ھ کو حضرت سے وقت لے کر حضرت کے پاس گیا اور پوچھا کہ آپ نے جس اجتماع کا ذکر فرمایا تھا، اس کے بارے میں آپ نے کیا سوچا ہے، وہ کب اور کس طرح بلانے کا ارادہ ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ’’کل ہی ہماری میٹنگ ہوئی ہے جو صبح دس بجے سے شام تین بجے تک جاری رہی۔‘‘ میں نے پوچھا کہ اس میٹنگ میں کون حضرات تھے؟ اس پر انھوں نے کراچی کے مختلف علماء کے نام لیے اور بتایا کہ بنوری ٹاؤن کے ایک مفتی صاحب نے ایک مفصل تحریر لکھی ہے جس کی کل خواندگی کی گئی ہے، البتہ ابھی وہ نامکمل ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ ’’سودی بینکاری کا متبادل کوئی نظام تو ہونا چاہیے، مگر وہ ایسا ہو جو اشکالات سے خالی ہو۔‘‘ میں نے عرض کیا کہ اسی کے پیش نظر تو یہ طے ہوا تھا کہ اشکالات مرتب کر کے اس پر غور کر لیا جائے، لہٰذا کیا یہ تحریر مرتب ہونے کے بعد ہمارے سامنے لائی جائے گی؟ اس پر حضرت نے فرمایا کہ ابھی اس بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ .... جب میں نے یہ عرض کیا کہ جو تحریر مرتب ہو رہی ہے، وہ ہمارے سامنے بھی آ جائے تو وہ گفتگو کی بنیاد بن سکے گی تو حضرت نے فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ میں تو مفتی نہیں ہوں اور نہ مجھے ان معاملات کا زیادہ علم و تجربہ ہے، البتہ مختلف مفتی حضرات کو اشکالات ہیں اور انھیں یہ خطرہ ہے کہ اگر یہ تحریر آپ کے سامنے لائی جائے گی تو آپ یہ کہہ دیں گے کہ ’’یہ بھی ایک رائے ہے اور ہم اس پر غور کریں گے۔‘‘ میں نے عرض کیا کہ تحریر سامنے آنے کے بعد دونوں ہی احتمال ہیں۔ یہ بھی کہ اس کے مندرجات سے اتفاق ہو جائے اور یہ بھی کہ اتفاق نہ ہو اور اجتماع کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ باہمی گفت و شنید سے افہام و تفہیم ہو سکے اور یہ احتمال جانبین کے سامنے رہنا چاہیے۔ حضرت نے اس پر سکوت فرمایا۔ پھر میں نے پوچھا کہ ’’کیا اس سلسلے میں میرے کرنے کا کچھ کام ہے؟‘‘ حضرت نے فرمایا کہ ’’نہیں‘‘۔ اس کے بعد بندہ واپس آ گیا۔

حضرت کی اس گفتگو سے میں نے تاثر یہی لیا کہ وہ سلسلے کے کسی مشورے میں ہمیں شریک کرنے کے بجائے یک طرفہ طور پر ہی کوئی اجتماع منعقد کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ۲۵ شعبان ۱۴۲۹ھ کو جامعہ فاروقیہ میں ایک اجتماع بلایا گیا جس میں بیرون کراچی سے بھی علماء شریک تھے۔ اس کی اطلاع ہمیں نہیں دی گئی اور ۲۶ شعبان ۱۴۲۹ھ کو اخبارات میں یہ فتویٰ شائع ہو گیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور اور حضرت مولانا سلیم اللہ خان کے مابین مراسلت

(۱)

باسمہ تعالیٰ

محترم جناب مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد! مزاج گرامی؟

دو مسئلوں میں آپ حضرات کی تحقیق بندہ نے بغور پڑھی (اسلامی بنکنگ اور تصویر والا مسئلہ)۔ کافی عرصہ سے مختلف تحریرات کے ذریعے چند باتیں سننے میں آئیں۔

میں اس وقت کسی کی طرف داری یا ثالثی نہیں کر رہا، بلکہ آپ جیسی عظیم شخصیت کی طرف سے [جو] اختلاف رائے کو اعتدال سے تجاوز کر کے پیش کیا گیا اور فریقین کی مکمل گفتگو سنے بغیر اس قدر تشدد کے ساتھ تذلیل والا رویہ اختیار کیا گیا، اس کا ذکر کر رہا ہوں، جبکہ اظہار حق کا صحیح طریقہ یہ تھا کہ آپ کے اور آپ کے رفقاء کرام کے خیال میں جو حق تھا، وہ ظاہر کر دیا جاتا۔ پھر سائل کو حق ہوتا کہ وہ آپ کی بات سے اتفاق کرے یا دوسرے فریق کی رائے اختیار کرے۔ کسی مسئلے پر تشدد کا حق کسی کو نہیں ہے۔، جبکہ فریق ثانی کے علماء بھی گمراہ نہیں ہیں، بلکہ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ اور حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ جیسے بزرگوں کے معتمد ہیں۔

مجھے بحیثیت آپ کے استاد ہونے کے جناب کے اس سخت رویے سے بہت افسوس ہوا کہ اس واقعے سے علماء اور عوام کے اندر جو تاثر قائم ہوا، اس کے نتائج بہت سنگین ہیں۔ آپ نے یہ انداز اختیار کر کے راہ تذلیل کی ایک نئی تاریخ رقم کر دی، کیونکہ ہمارے اکابرین کے مابین بھی اختلاف رہا، مگر اس انداز کا رویہ کبھی دیکھنے میں نہ آیا۔ جبکہ ہمارے اسلاف کا طرز مبارک یہی تھا کہ جب تک کسی بھی معاملے میں فریقین کے مکمل دلائل کا بغور جائزہ نہ لیتے، اس وقت تک کوئی رائے قائم نہ کرتے۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ آئندہ اس قسم کے معاملات میں بہت احتیاط سے کام لیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ جو کہ یقیناً آپ کے مرتبے اور شرف کے عین مطابق ہے اور بندہ کا یہ خیر خواہانہ مشورہ ہے۔

بندہ آپ کے حق میں دعا گو و دعا جو ہے۔

محمد سرور عفی عنہ

مدرس جامعہ اشرفیہ بتدریس بخاری

۲۰۰۹/۱/۳۰ / ۱۴۳۰/۲/۳ھ

(۲)

حضرت اقدس مولانا صوفی محمد سرور مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی؟

آج ہر طرف سے فتنوں کا سیلاب امڈ رہا ہے۔ منصوصات سے انکار، تحریف اور غلط تاویلات کی گرم بازاری ہے۔ عوام تو عوام ہیں، خواص کا حال بھی مختلف نہیں ہے۔ ہر ذی شعور اپنے اپنے حلقے میں یہ مناظر دیکھ کر دل گرفتہ اور شکستہ خاطر ہو کر نڈھال ہو رہا ہے۔

وراثت نبوی (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کا تقاضا ہے کہ ان فتنوں کا تعاقب کیا جائے، لیکن ہم نے مفادات کو مقدم کیا ہوا ہے اور شخصی مصلحتوں کی حفاظت کی فکر میں لگے ہیں یا پھر احساس و ادراک نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ مدرسہ اور مسجد اور گھر میں سبق پڑھا دینا، امامت وخطابت کر لینا، اللہ اللہ کے ذکر سے رطب اللسان ہونا ہمارے نزدیک اتباع سنت کے لیے کافی قرار پایا ہے۔

ہمارے اکابر کی تاریخ بھی فتنوں کے تعاقب کے حوالے سے معلوم ومعروف ہے اور بلاشبہ وراثت نبوت (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کا حق فتنوں کے تعاقب کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر ہم نے فتنوں کو اسی رفتار سے بڑھنے دیا تو اللہ ہی کو معلوم ہے کہ پھر ہمارا انجام کیا ہوگا۔

جناب والا نے تصویر اور مروجہ اسلامی بینکاری کی تردید کرنے والوں کو فریق اول اور حمایت کرنے والوں کو فریق ثانی قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ:

''فریقین کی مکمل گفتگو سنے بغیر اس قدر تشدد کے ساتھ تذلیل والا رویہ اختیار کیا گیا۔''

حضرت والا! فریقین کی گفتگو ان مسائل پر ایک مرتبہ نہیں، مختلف اوقات میں کراچی کے مفتیان کرام کی سطح پر طویل مدت سے ہوتی رہی ہے اور فریق ثانی کی کتابیں اور کتابچے مسلسل شائع ہوتے رہے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ پھر فریق اول کا مسئلہ بیان کرنا اور فریق ثانی کا احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دلائل سے اس کو مزین کرنا تشدد کیونکر قرار دیا جا رہا ہے؟ کتاب ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمائیں۔ احترام کا لحاظ کیا گیا ہے یا نہیں؟

فریق ثانی یقیناً بہت سی صفات حسنہ سے متصف ہے، لیکن معصوم تو نہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے معتقد ہیں، لیکن تصویر کے مسئلے میں ان سے اختلاف کر رہے ہیں۔ مفتی محمد تقی عثمانی کے بیٹے کی شادی میں وڈیو فلم بنائی گئی۔ جب اعتراض ہوا تو فرمایا: جائز ہے۔ کیا جن دو بزرگوں کے اعتماد کا حوالہ دیا گیا ہے، ان کی حیات میں یہ فلم بنائی جاتی؟ اور اگر بنائی جاتی تو ان بزرگوں کا ردعمل کیا ہوتا؟ جناب کا کیا خیال ہے؟ اور ذرا اس پر بھی غور فرمائیں کہ اس طرح کی فلم بنانے کے وقت کا ماحول کیا ہوتا ہے؟ حجاب کے احکام کی کتنی رعایت کی جاتی ہے؟

حضرت والا کو خادم کے رویے پر تو بہت افسوس ہے اور ان خلاف شرع حرکتوں پر بھی افسوس ہے یا نہیں؟ اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

اکابر اور اسلاف کا طرز مبارک ہی تو اختیار کیا گیا ہے۔ فریقین کے مکمل دلائل سامنے آنے کے بعد ہی رائے قائم کی گئی ہے۔ حضور بھی علم و دانش کے بڑے مینار ہیں۔ فریق ثانی نے آج تک سوائے الزام تراشی، یاوہ گوئی اور کذب وافترا کے کسی فقہی اشکال کا جواب نہیں دیا۔ اگر حضرت مہربانی فرما کر جواب باصواب مرحمت فرمائیں تو بڑا ہی احسان ہوگا۔

حضرت اقدس! جدیدیت کا فتنہ ہم پر مسلط ہے۔ یہ سارا فساد اسی وجہ سے ہے۔ ہم نے اکابر و اسلاف سے بے نیاز ہو کر نیا دین ایجاد کرنا اپنا وطیرہ بنایا ہوا ہے۔

احقر حضرت والا کے التفات خاص پر بے حد مشکور ہے۔ جزاکم اللہ کل خیر۔ آمین

محتاط تو تھا ہی، اور احتیاط کروں گا۔

خادم نے اپنے خیالات کا اظہار بہت محتاط انداز میں کیا ہے، ورنہ لکھنے کو تو بہت سی باتیں ہیں۔ ان کو لکھا جائے تو حضرت بھی غم زدہ ہی ہوں گے۔

والسلام

سلیم اللہ خان

۷/صفر ۱۴۳۰ھ / ۳ فروری ۲۰۰۹ء

(۳)

۲۰/۲/۱۴۳۰ھ / ۱۶/۲/۲۰۰۹

باسمہ تعالیٰ

برادرم حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ　　　مزاج گرامی؟

۱۔ میرا مقصد کسی کو فریق اول یا ثانی سمجھنا نہیں تھا اور نہ ہی کسی فریق کی طرف داری مقصود تھی اور نہ ہی اب ہے۔

۲۔ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے جو بیٹے کی شادی پر مووی بنانے کی اجازت دی، وہ ان کا ذاتی فعل ہے جو غلطی معلوم ہوتی ہے۔ ایک مرسل روایت کا مفہوم ہے کہ جب کسی عالم سے غلطی ہو جائے تو تین کام کرنے چاہییں:

- اس کی غلطی کا چرچا نہ کیا جائے۔
- اس کی اس غلطی میں اتباع نہ کی جائے۔
- اس کو اس غلطی سے بچانے کے لیے خوب دعائیں کی جائیں۔

۳۔ جو حضرات اسلامی بینکاری کا مسئلہ مجھ سے پوچھتے ہیں، میں یہی بتاتا ہوں کہ جن کو مولانا محمد تقی عثمانی صاحب پر اعتماد ہے، وہ جو حساب کتاب کرنا چاہیں، ان کے اعتماد پر کریں۔ میں خود نہ اسلامی بینکاری میں حصہ لیتا ہوں نہ اس کا کسی کو خود مشورہ دیتا ہوں، البتہ چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، اس لیے میں کسی کو یہ نہیں کہتا کہ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی سرپرستی والے بینکوں سے بچو، وہ نام نہاد اسلامی بینکاری ہے۔

۴۔ مدارس میں بھیجی گئی تحریر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض علماء کرام کا جیسا خیال ہے کہ دوسرے بینکوں میں حرام کو حرام سمجھا جاتا ہے اور ان اسلامی بینکوں میں حرام کو حلال سمجھا جانے لگا ہے۔ جناب اس بات کا اندازہ فرمائیں کہ اگلا قدم ایک دوسرے کی تکفیر کی طرف بڑھ سکتا ہے۔

۵۔ بندے کا جناب کو برادرانہ مشورہ پہلے بھی تھا۔ اب بھی ایک تو احتیاط کا ہے اور دوسرا اگر مناسب خیال فرمائیں تو ان دو مسئلوں میں اپنی رائے کا اظہار فرما کر فریقین سے غیر جانب دار ہو جائیں تو بہتر معلوم ہوتا ہے۔ بندہ کی رائے بھی ان دونوں مسئلوں میں احتیاط والی جانب ہی ہے، مگر اس بات کا اظہار ۳۱ علماء کے دستخط کے ساتھ نہ کرنا چاہوں گا کیونکہ ۳۱ علماء کے دستخطوں پر ''چاروں صوبوں کا متفقہ فتویٰ'' کا عنوان نہیں سجتا۔

بڑی شخصیتوں کو بڑے پلیٹ فارم پر بڑا حوصلہ ونرم رویہ رکھنا پڑتا ہے جو جناب کے شایان شان معلوم ہوتا ہے۔

نیز ایک دعا خود بھی کروں گا ان شاء اللہ اور جناب سے بھی کہوں گا کہ یہ دعا فرماتے رہیں کہ خدا کرے، علماء اور وفاق کو توڑنے کی کبھی سازش نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حامی وناصر ہوں۔ آمین

بندہ دعا گو ودعا جو ہے۔

محمد سرور عفی عنہ

مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

وہ ولولے کہاں؟ وہ جوانی کدھر گئی؟

[اہل تشیع کی تکفیر کے باوجود اتحاد تنظیمات مدارس میں شمولیت کے حوالے سے مولانا علی شیر حیدری اور مولانا سلیم اللہ خان کے مابین مراسلت]

وفاق المدارس کے اراکین شوریٰ کے نام مولانا علی شیر حیدریؒ کا خط

قابل صد احترام علماء کرام و اراکین شوریٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

بعد از تسلیم مسنون گذارش یہ ہے کہ یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے اور آپ جیسے اہل علم و بصیرت سے مخفی بھی نہیں کہ پاکستانی شیعہ عموماً اثنا عشری ہی ہیں اور خصوصاً تحریک جعفریہ، جامعۃ المنتظر لاہور کا تعلق شیعہ کے فرقہ اثنا عشریہ سے ہے اور چودہ صدیوں کے محقق علماء کرام نے بالعموم اور علما دیوبند نے بالخصوص شیعہ کے فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کو خارج از اسلام قرار دیا ہے اور ان کی تکفیر فرمائی ہے۔ پہلے یہ فیصلہ ۱۳۴۸ھ میں امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے شائع فرمایا جس پر اس وقت دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت مدنیؒ سمیت تمام مفتیان و مدرسین دار العلوم دیوبند کے دستخط موجود ہیں اور پھر ایرانی انقلاب کے بعد ۱۴۰۷ھ میں اسی فیصلہ کی دوبارہ مدلل تجدید حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے استفتاء کے جواب میں فرمائی گئی جس کو حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے ''الفرقان'' کے خصوصی نمبر میں لکھنو سے اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے ''بینات'' کے خصوصی نمبر میں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے ''خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ'' کے نام سے شائع فرمایا جس کے بعد اب شیعہ کے کفر میں کسی قسم کا ابہام باقی نہیں رہا۔

دنیا کے متعدد ممالک کے محقق علماء نے اس فتوے پر دستخط کر کے شیعہ کے کفر کے بارے میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کر دیا ہے۔ مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے استفتاء کے جواب میں علماء ہند میں سے جس شخصیت نے شیعہ کی تکفیر کا مدلل فتویٰ تحریر فرمایا ہے، وہ محدث جلیل علامۃ العصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ ہیں جنھوں نے اپنے فتوے کی ابتدا میں اور پھر شیعوں کے دلائل کفر لکھنے کے بعد دوبارہ فرمایا ''اثنا عشری شیعہ بلا شک و شبہ کافر، مرتد ہیں''۔ صدر جمعیت علماء ہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی، مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ کا مذکورہ فتویٰ پڑھنے کے بعد تحریر فرماتے

ہیں ''استفتاء اور جواب بحمداللہ حرف بحرف پڑھا، احقر حرف بحرف متفق ہے، احقر اہل فتویٰ میں سے نہیں مگر اس جہاد میں شرکت کو سعادت سمجھ کر دستخط کر دیے ہیں۔''

دارالعلوم دیوبند جو ہم سب کی بنیاد و اساس ہے جس سے نسبت و تعلق پر ہمارا سر فخر سے بلند ہے وہاں کے مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں ''شیعہ کے جو عقائد ذکر کیے گئے ہیں، یہ صریح کفر ہیں۔ ان عقائد کی بناء پر یہ لوگ قطعی کافر و مرتد ہیں''، اور پاکستان سے حضرت نعمانیؒ کے اس استفتاء کے جواب میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ نے مفصل و مدلل فتویٰ تحریر فرمایا جس کے آخری الفاظ یہ ہیں ''لہٰذا شیعہ اثنا عشری رافضی کافر ہیں، مسلمانوں سے ان کا نکاح، شادی بیاہ جائز نہیں حرام ہے مسلمانوں کے لیے ان کے جنازے میں شرکت جائز نہیں۔ ان کا ذبیحہ حلال نہیں، ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں، غرض ان کے ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک اور معاملہ کیا جائے'' جس پر حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ، مرشد الموحدین حضرت مولانا حافظ محمود اسعد ہالیجویؒ، غزالی دوراں حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ اور موجودہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب سمیت دنیا بھر کے سینکڑوں مقتدر علماء کے دستخط موجود ہیں جس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ شیعہ کی تکفیر پر تمام اکابرین امت متفق ہیں اور جس نے بھی شیعہ عقائد و نظریات کا بغور جائزہ لیا ہے، اس نے انہیں کافر ہی کہا ہے۔

جبکہ اس وقت صورتحال بہت ہی مختلف اور انتہائی تشویشناک ہے کیوں کہ محققین کے فیصلے کی روشنی میں کافر مرتد قرار پانے کے باوجود شیعہ اثنا عشریہ کے تعلیمی مراکز کو دینی مدارس کے طور پر ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ'' میں شامل کر کے عملاً اکابرین کے فتاویٰ جات سے روگردانی کرتے ہوئے انہیں مسلمان اور دیندار کہلا کر دھوکہ سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا موقعہ دیا گیا ہے اور علماء نے از خود کفار و مرتدین کو اپنے ساتھ دینی نمائندگی دے کر اپنے اکابر و اسلاف کے فیصلہ کو مشکوک بنا دیا ہے بلکہ ایسے محسوس ہوتا ہے گویا عملاً اس کی تردید کر دی ہے۔

کیا آپ حضرات کے علم میں نہیں کہ شیعوں کے ساتھ دینی عنوان پر الحاق و اتحاد کی وجہ سے علماء حق پر انگلیاں اٹھ رہی ہیں اور ایسے ایسے سوالات ابھر رہے ہیں جن کا جواب دینا خاصا مشکل ہے؟ اور دشمنان دین کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ علماء جب چاہیں کسی کو کافر کہہ کر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اور جب راضی ہو جائیں تو وہی کافر دیندار بن جاتے ہیں ان ہی کافروں کی پارٹی، دینی جماعت اور ان ہی کافروں کے کفریہ مراکز، دینی مدارس بن جاتے ہیں حال ہی میں ایک رسالہ ''آتش فشاں'' نظر سے گذرا جس کے مضمون نگار نے علماء پر سخت تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے ''استفتاء کے جواب میں پہلا فتویٰ جامعہ بنوری ٹاؤن کے مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسنؒ صاحب کا تھا جس میں اہل تشیع کو واضح الفاظ میں کفر کی کئی وجوہات کی بناء پر مرزائیوں سے بدتر کافر قرار دیا گیا لیکن پھر اہل تشیع کو تحفظ دین کی خاطر اتحاد تنظیمات مدارس میں شامل کیا گیا اور تحریک جعفریہ صوبہ سندھ کے صدر حسن ترابی اور دیگر شیعہ رہنماؤں کو بنوری ٹاؤن

کے جلسوں میں نہ صرف شرکت کی دعوت دی گئی بلکہ ان سے تقاریر کرائی گئیں'' نوٹ: اس مضمون نگار کو شاید معلوم نہیں کہ اسی تحریک جعفریہ کے مرکزی صدر ساجد نقوی کو بھی مولانا عبداللہ شہیدؒ کے عظیم دینی ادارہ جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں دینی مدارس کے اجلاس میں دینی نمائندگی دی گئی تھی۔

قابل صد احترام علماء کرام! کیا آپ نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ شیعوں کے الحاق سے قبل ہمارے مدارس کے وفاق کا نام تھا ''وفاق المدارس العربیۃ'' اور اب شیعوں اور دیگر فرق سے اتحاد کے بعد نام رکھا گیا ہے ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ'' یعنی جب تک شیعہ مدارس سے الحاق نہیں تھا اس وقت تک ہمارے مدارس صرف عربیہ تھے، شیعوں کی شمولیت کے بعد اب ہمارے مدارس بھی دینیہ ہو گئے ہیں!!! عربیہ کی جگہ لفظ دینیہ کی آخر کیا وجہ تھی؟ کوئی دشمن آپ کی زبان سے کافروں کو دیندار تو نہیں کہلوانا چاہتا؟

جن لوگوں کو اکابر علماء اہل سنت خصوصاً علماء دیوبند نے کافر، مرتد اور زندیق قرار دیا تھا کیا آج ان کی کفریہ درسگاہوں کو دینی مدارس تعلیم کر کے اکابر کے فیصلے سے اظہار برأت نہیں کیا گیا؟ کیا اس طرح دین، ایمان، کفر اور اسلام کے الفاظ کا وزن ختم تو نہیں ہو جائے گا اور وہ بے معنیٰ تو نہیں سمجھے جائیں گے؟ کیا عرف عام میں دینی مدارس کا لفظ اسلامی درسگاہوں کے ساتھ مخصوص نہیں؟ کیا کافروں کی مذہبی درسگاہوں کو بھی مسلمانوں کی اصطلاح میں دینی مدرسہ کہا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وہ کون سا عنصر ہے جو ہمیں اپنے اکابر کی راہ سے ہٹا کر، کفریہ مراکز کو دینی مدارس تسلیم کرنے اور عوام کو ان کافروں اور زندیقوں کے یقینی کفر کے متعلق شک میں ڈالنے پر مجبور کر رہا ہے؟

اے کاش! ہم وقت کی مصلحتوں کا شکار ہونے کی بجائے اکابر کی طرز پر وقت کے دھاروں کو بدل دیں اور سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کہنے کی پالیسی ترک کر کے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے ہوئے اپنی عزت و وقار کو بلند رکھنے کی کوشش کریں۔

یاد رکھیں! اگر آج ہم واضح الفاظ میں شیعہ کو مسلمان بھی تسلیم کر لیں، تب بھی ہمیں کسی بھی میدان میں ان کی وفاداریاں نہیں مل سکتیں، اس لیے کہ ان کی تاریخ ہی غداریوں، سازشوں اور منافقانہ پالیسیوں سے عبارت ہے۔ ان سے وفا کی توقع رکھنا بے سود ہے۔ سانپ کو جتنا بھی پالا پوسا جائے وہ سانپ ہی رہتا ہے اور موقع ملنے پر ڈسنے سے دریغ نہیں کرتا۔ میری یہ درمندانہ گفتگو صرف تنقید برائے تنقید نہیں اور نہ ہی کسی کی توہین و تذلیل مقصود ہے بلکہ اپنوں کے سامنے اپنے دکھ کا اظہار ہے اور اس مسئلہ کی طرف متوجہ کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم دوستوں اور دشمنوں میں تمیز پیدا کریں اور کسی ملامت کی پرواہ کیے بغیر حق و صداقت کی راہ پر گامزن رہیں اور دشمنان دین کو اہل حق علماء پر انگشت نمائی اور مفاد پرستی کا داغ لگانے کا موقع نہ دیں اور اپنے اسلاف و اکابر کی اس کفر کے خلاف محنت و قربانی پر پانی پھیرنے سے بچنے کی کوشش کریں۔ نیز عنداللہ وعندالناس اس سوال کا خوف ہے کہ تمہاری زندگی میں تمہارے سامنے ایسے غلیظ ترین کفر کے مراکز کو دینی مدارس اور اس کفر کی علمبردار پارٹی کو دینی جماعت کہہ کر ان کافروں اور بے دینوں کے دیندار اور ایماندار ہونے کا تاثر دے کر اکابر و اسلاف کی محنت پر پھیرا جاتا رہا۔ عام مسلمان گمراہ ہو کر کافروں کا حرام ذبیحہ کھاتے اور اپنی